حضرت عمرؓ کی دینی فہم وفراست کے چند نمونے

پروفیسر محمد یونس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بکثرت فتوحات ہوئیں، جن کے نتیجے میں مسلمانوں پر مال ودولت کے خزانے کھل گئے اور مسلمانوں کا ایسی تہذیبوں اور تمدنوں سے پالا پڑا، جن سے وہ پہلے واقف نہ تھے، لہٰذا ناگزیر ہوا کہ خلیفہ دوم ان نئے تہذیبی اور ارتقائی حالات کا مقابلہ ایسے متبادل اصولوں سے کرتے، جو اسلامی شریعت اور اس کے عمومی اصولوں ہی سے ماخوذ ہوں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کے تمام پہلوؤں میں، خواہ وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی، معاشرتی ہوں یا قانونی، ایسی تبدیلیاں روشناس کرائیں جو ایک طرف امت مسلمہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کریں اور دوسری طرف معاشرے کو اسلام کے بنیادی تقاضوں سے بھی دور نہ ہونے دیں۔

خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاص طور پر مسائل شریعت کی نسبت سے ہمیشہ مصالح اور اسباب وعلل پر غور کرتے تھے اور اگر کسی بات کی حکمت ان کی گرفت میں نہ آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے، شاہ ولی اللہؒ نے احکام شریعت کے مصالح اور حکمتوں کے اس خاص علم کو ''علم اسرار دین'' کا نام دیا ہے اور ان کی معروف کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا موضوع یہی علم ہے، مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علم اسرار دین کی بنیاد ڈالی، یہاں ایک حدیث کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کے ایک محل میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں، آپ نے ان کو اپنا پس خوردہ دودھ بھی عطا کیا اور ان دونوں واقعات کی تعبیر دین اور علم کے ساتھ فرمائی۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ''عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ انبیاء مرسلین کو چھوڑ کر بوڑھے اہل جنت کے سردار ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف روایات میں ہے کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار کی تین مقامات پر موافقت کی، مقام ابراہیم، حجاب اور اساریٰ بدر، یہ تینوں موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں شامل ہیں، مولانا سید احمد رضا بجنوری نے ''انوار الباری'' میں اٹھائیس موافقات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے، شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب ''إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء'' میں ایک سو بارہ آیات کی شرح فرمائی ہے، جس میں شیخین کے فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں، ان میں سے بہت سی آیات کا تعلق موافقات عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، مثال کے طور پر نماز باجماعت کے لئے اذان کا طریقہ اور منافقوں کی نماز جنازہ سے ممانعت اس سلسلے کی دو اہم مثالیں ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں یہ کہتے کہ ''میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے'' تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا، جو ان کا گمان ہوتا تھا، اس سے زیادہ اصابت رائے کی دلیل اور کیا ہوگی۔

یہاں ہم شریعت اسلامی کی تعبیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلوب اور ان کے طریقہ اجتہاد کی چند مثالیں ذکر کریں گے:

(۱)......جزیہ وہ سالانہ ٹیکس ہے جو اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں پر عائد کیا جاتا ہے، جس کے عوض میں ریاست ان کی جان ومال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار قرار پاتی ہے، جزیہ کے بارے میں بنی تغلب کے نصاریٰ کی ایک مخصوص حیثیت رہی ہے، بنی تغلب زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دعوت اسلام دی، جسے انہوں نے قبول نہیں کیا، پھر انہیں جزیہ ادا کرنے کے لئے کہا گیا تو اس سے بھی انکار کر دیا اور اس کو انہوں نے اپنی ذلت خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم عرب ہیں، ہم سے وہی لو، جو زکوٰۃ کے نام پر تم آپس میں ایک دوسرے سے لیتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی مشرک سے زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بعض افراد رومیوں سے جا ملے، اس پر نعمان بن زرعہ نے کہا: اے امیر المومنین! یہ طاقتور اور بہادر لوگ ہیں اور عرب ہیں، اس لئے جزیہ دینے میں اپنی ذلت محسوس کرتے ہیں، لہٰذا ان سے ایسا سلوک نہ کریں، جس سے یہ دشمنوں کے مددگار بن جائیں، آپ ان سے زکوٰۃ کے نام پر جزیہ لے لیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا اور ان پر زکوٰۃ دوگنی کرکے عائد کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اسی طرح جاری رہا اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا، اب یہ واضح ہے کہ غیر مسلموں سے زکوٰۃ نہیں، بلکہ بعض مراعات کے بدلے میں جزیہ لیا جاتا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قومی ضرورت کے پیش نظر جزیہ کا عنوان بدل کر ''زکوٰۃ'' رکھ دیا۔

(۲)......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دینی احکام ورسوم کی حفاظت کے سلسلے میں بھی از حد محتاط اور حساس تھے، آپ ''حجر اسود'' کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور تیرے اختیار میں زندگی ہے، نہ موت ہے، لیکن تیری تعظیم ہم اس لئے کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا تھا۔'' آپ نے اس درخت کو

کٹوادیا، جس کے نیچے "بیعت رضوان" کی گئی تھی، تا کہ لوگ عقیدت کے طور پر اس سے رجوع نہ کریں، مسجد نبویؐ میں منبر تعمیر ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس درخت سے لوگوں کی جذباتی وابستگی کے پیش نظر آپ نے اس کو کٹوادیا، درختوں کو کاٹنا بظاہر غیر مناسب اور غیر ضروری نظر آتا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت کا تقاضا یہی تھا کہ آئندہ یہ شریعت اسلامی کے محکمات میں رخنہ کا ذریعہ ہوسکتا ہے، چنانچہ آپ نے ان راستوں کو ہی بند کر دیا، جن سے برائی اور گمراہی کا صدور ہوسکتا تھا۔

(۳)......حج ہر صاحب استطاعت مرد وزن پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، البتہ عورت پر فرضیت حج کی ایک مزید شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ جانے کے لئے کوئی محرم رشتہ دار مرد موجود ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھیجا، معلوم ہوا کہ اگر محرم موجود نہ ہو، لیکن ایسے قابل اعتماد رفقاء میسر ہوں تو عورت ان کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے۔

(۴)......ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواباً تحریر کیا کہ اس شخص سے دریافت کیا جائے کہ کیا اسے زنا کی حرمت کا پتہ ہے، اگر وہ اقرار کرے تو حد جاری کردی جائے، ورنہ اسے بتایا جائے کہ یہ ایک حرام فعل ہے، اگر اس کے بعد وہ پھر ارتکاب کرے تو اس پر حد جاری کی جائے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائی گئی، جو صحرا میں پیاسی تھی، اس نے ایک چرواہے سے پانی مانگا، چرواہے نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ پانی اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ بدکاری کی اجازت دے دو، اس نے اللہ کا واسطہ دیا، لیکن چرواہے نے انکار کر دیا، جب عورت کے لئے پیاس ناقابل برداشت ہوگئی تو اس نے چرواہے کو اپنے اوپر قدرت دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال معلوم ہونے پر اس عورت سے حد ساقط کر دی۔

(۵)......عہد فاروقی کا مشہور واقعہ ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں آپ نے حد سرقہ ساقط کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ قحط کے سال میں قطع ید نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بھوک نے لوگوں کو سرقہ پر مجبور کر دیا ہے۔

حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرالی، ان غلاموں کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے چوری کا اقرار کر لیا، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثیر بن ابی الصلت کو حکم دیا ان غلاموں کے ہاتھ کاٹ دو، لیکن کثیر جب حکم کی تعمیل کرنے لگے تو آپ نے غلاموں کو واپس بلالیا اور فرمایا: "یاد رکھو! بخدا، اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ تم لوگ غلاموں سے خوب کام لیتے ہو اور ان کو بھوکا رکھتے ہو، یہاں تک کہ اگر کوئی مجبور ہو کر حرام چیز کھالے تو وہ بھی حلال ہو جائے تو میں یقیناً ان کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔" اس کے بعد مزنی سے پوچھا کہ اونٹنی کی قیمت کیا ہوگی؟ اس نے جواب دیا کہ چار سو درہم، آپ نے غلاموں کے آقا حاطب کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی کے مالک کو چار سو درہم ادا کریں۔

امام احمد بن حنبل سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اگر لوگ بھوک سے دوچار ہوں اور کوئی شخص مجبور ہو کر چوری کر لے تو کیا اس وقت بھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ امام احمد نے غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے فیصلے کے پیش نظر فرمایا کہ جب اس کو حالت مجبور کرے اور لوگ بھوک اور سختی کے دور سے گزر رہے ہوں تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

یہ تمام واقعات سرسری نظر سے گزر جانے کے نہیں ہیں، بلکہ غور و فکر کر کے ان کی روح تک پہنچنے کی ضرورت ہے، قرآن وحدیث سے اور بھی بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں، جن سے حالاتِ زمانہ اور لوگوں کے مصالح کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے، مولانا تقی امینی نے اپنی کتاب میں اس بارے میں بڑی مفصل اور مدلل بحث کی ہے، اس سلسلے میں نزول قرآن کے اسلوب سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، قرآن کریم کا نزول دفعۃً نہیں ہوا، بلکہ ۲۳ سال کے عرصے میں حسب ضرورت و مصلحت بتدریج نازل ہوا ہے، یعنی جیسی جیسی ضرورتیں پیش آئیں اور جس طرح کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی، ان کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا، اس طریق نزول سے ایک طرف حالات و زمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف انسانی زندگی اور قانون کے باہمی ربط کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات و زمانہ کی رعایت، موقع و محل کی تعیین، تقدیم و تاخیر، تخصیص و تعمیم اور اطلاق و تقیید کی بہت سی مثالیں قائم کیں، جن کی مدد سے بعد میں فقہ کی تدوین کے عظیم الشان کام کا انجام پانا ممکن ہوا، آپ نے مشکل مسائل کے استنباط، نئے مسائل کے حل اور معارض روایات میں تطبیق پیدا کر کے شریعت کو زندہ و جاوید رکھنے کا راستہ متعین کر دیا، شاہ ولی اللہؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی فہم دین پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''انہوں نے ملکی اور تمدنی مسائل کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی، جن کی وجہ سے وہ بجا طور پر ''مجتہد مستقل'' کے خطاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔'' مولانا شبلی نعمانی نے ''الفاروق'' میں لکھا ہے کہ فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیحہ منقول ہیں، ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے، ان میں تقریباً ہزار مسائل ایسے ہیں جو فقہ کے مقدم اور اہم مسائل ہیں اور ان تمام مسائل میں ائمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے، کتب فقہ میں اولیات عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات، فتاویٰ، تفحص احادیث، روایات کی جانچ پڑتال، اصول فقہ، اصول حدیث اور علم اسرار الدین کے حوالے سے یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ ''فقہ اسلام'' کی بنیاد اور وجود فقہ عمر سے ہی قائم و دائم ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقوشِ اجتہاد کی روشنی میں عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید پر توجہ مرکوز کی جائے اور حالات و واقعات کی رعایت رکھتے ہوئے خلق خدا کے حق میں اسلامی احکام و مسائل کی تعبیر کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو خود شارع اسلام اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔

☆......☆......☆